3

انبیاءعلیہم السلام کی بعثت کا دنیوی ترقی کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں
نبی کی بعثت کا مقصود انسان کے اندر روحانیت پیدا کرنا ہے

(فرمودہ 3 مارچ 1950ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج کئی ہفتوں کے بعد میں خطبہ جمعہ پڑھنے لگا ہوں۔ اور وہ بھی اِس وجہ سے کہ میں تین ہفتہ کے لئے ربوہ سے باہر جا رہا ہوں ورنہ ابھی تک میرے گلے کی حالت ایسی نہیں کہ میں خطبہ جمعہ پڑھ سکوں۔ دو ہفتہ کے قریب تو میری آواز بالکل بند ہوگئی تھی اور اتنی آواز بھی نہیں رہی تھی کہ پاس والے لوگ بھی سن سکیں۔ اِس کے بعد کچھ آواز کھلی لیکن کسی وقت زیادہ کھل جاتی ہے اور کسی وقت کم۔ اور تھوڑی دیر کے لئے بھی میں کسی سے بات کروں تو آواز بیٹھنے لگ جاتی ہے۔ لاہور میں ڈاکٹروں سے مشورہ لیا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ اِس عمر میں جا کر یہ بیماری لمبی ہو جاتی ہے اور دیر سے اچھی ہوتی ہے اِس لئے اِس کے فوراً اچھا ہونے کی امید نہیں تین چار ماہ کے بعد اچھی ہو جائے گی۔ لیکن میرے گلے کی جو حالت ہے وہ اِس قسم کی ہے کہ اِس کے ساتھ جسمانی ضُعف بھی پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر ایام میں اِس کے ساتھ بخار بھی ہوتا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے گلا اپنے اندر کوئی طاقت محسوس نہیں کرتا۔ جس سے معلوم ہو کہ اِس کی حالت صحت کی طرف جا رہی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی جو مشیّت ہو وہ پوری ہوا ہی کرتی ہے۔

میں دوستوں کو آج مختصر طور پر اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ دنیا میں انسان آدم علیہ السلام

کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ اِس عرصہ میں قوموں نے ترقی بھی کی ہے اور تنزّل بھی کیا ہے۔ وہ بڑھی بھی ہیں اور گھٹی بھی ہیں۔ لیکن اِن سارے حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نبوت کا نظام قائم کیا گیا ہے وہ ان سارے ہی زمانوں کے ساتھ قطع نظر اِس سے کہ سیاسی طور پر قومیں ترقی یافتہ تھیں یا تنزّل یافتہ، چلا آ رہا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام جس ملک میں پیدا ہوئے وہ ملک فارغ البال تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں نمرود بادشاہ کی حکومت تھی جو بہت بڑا طاقتور تھا اور اپنی طاقت کے گھمنڈ میں فرعون کی طرح اپنے آپ کو خدا سمجھا کرتا تھا۔ مگر باوجود اِس کے کہ دنیوی اور سیاسی طور پر ملک آگے بڑھ رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اُس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت ظاہر ہوئے آپ کی قوم کمزور تھی لیکن آپ جس ملک میں آئے تھے اُس ملک کی حکومت بڑی منظّم، طاقتور اور سائنس میں بڑی ترقی یافتہ تھی۔ یہاں تک کہ اس کے بعض کمالات باوجود آجکل سائنس میں عظیم ترقی کے یورپ کے سائنس دان اب بھی اپنے اندر پیدا نہیں کر سکے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئے تو اُن کی قوم گری ہوئی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی آپ کی قوم کی دنیوی حالت گری ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی بعثت کا دنیوی ترقی کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ بعض انبیاء اُس وقت دنیا میں آئے جب کہ اُن کی قوم دنیوی لحاظ سے گری ہوئی تھی اور بعض انبیاء اُس وقت آئے جبکہ ان کی قوم ترقی یافتہ تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا جو سلسلہ قائم کیا ہے اِس سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ اِس کا تعلق دنیوی حالت کے علاوہ اَور باتوں سے ہے۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب کوئی نبی آتا ہے تو اُس کی بدولت اور اُس کے ذریعہ اُس کی قوم دنیوی حالت میں بھی ترقی کر جاتی ہے لیکن اُس کی بعثت کی وجہ سے اُس کی قوم کا دنیوی طور پر ترقی کر جانا ضروری نہیں ہوتا۔ یہ کسی نبی کی بعثت کا لازمہ نہیں ہے۔ یہ اُس کا نتیجہ ہے مقصود نہیں۔ مقصود اُس کا کچھ اَور ہے۔ اور وہ انسان کے اندر روحانیت کا پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے گھر سے اِس لئے نکلتا ہے کہ وہ وقت کے مامور مِنَ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرے، وقت کے مامور مِنَ اللہ کی قوم میں شامل ہو تو وہ اِس لئے گھر سے نہیں نکلتا کہ وہ ایک مسلح فوج میں داخل ہو کر اپنے ملک کی خاطر لڑائی کرے یا کسی دفتر کی ملازمت اختیار کر کے ملک کے دنیوی نظم و نسق کی اصلاح کرے۔ بلکہ وہ اس لئے

گھر سے نکلتا ہے، وہ اس لئے کسی مامور کی جماعت میں داخل ہوتا ہے تا اپنی روحانی حالت کو درست کرے۔ اور پھر اپنے اردگرد کے بسنے والوں کی روحانی حالت کو بھی درست کرے جس طرح ایک فوج میں داخل ہونے والا سپاہی جو اپنا مقصد لڑائی مقرر کرتا ہے وہ اپنے لئے ایسے سازگار حالات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جن کے پیدا ہونے سے وہ اپنے مقصد کو پورا کر سکے۔ وہ تلوار چلانا سیکھتا ہے، وہ بندوق کا نشانہ سیکھتا ہے، وہ پریڈ کرنا سیکھتا ہے، وہ آجکل کے فنونِ جنگ کے لحاظ سے اینٹی ایئر کرافٹ توپوں یا دوسری توپوں کا فن سیکھتا یا ہوائی جہازوں کا چلانا یا بحری جہازوں کے شعبوں میں سے کسی شعبہ کا کام سیکھتا ہے۔ وہ ترازو پکڑ کر سَودا بیچنا نہیں سیکھتا، وہ سُوئی پکڑ کر سینا نہیں سیکھتا، وہ ہل چلا کر بیج بونا نہیں سیکھتا، وہ درختوں کی شاخیں کاٹ کر اُنہیں آئندہ پھل کے قابل بنانا نہیں سیکھتا۔ اگر وہ یہ کام کرنے لگ جاتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ پاگل ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ نکلا تو تھا سپاہی بننے کے لئے اور کام شروع کر دیا درزیوں کا۔ نکلا تو تھا سپاہی بننے کے لئے اور کام شروع کر دیا معماروں کا یا تاجروں یا زمینداروں کا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص بھی تمہیں ایسا نظر نہیں آئے گا جو سپاہی بننے کے لئے گھر سے نکلا ہو اور بن گیا درزی ہو۔ جو سپاہی بننے کے لئے گھر سے نکلا ہو اور بن گیا تاجر ہو۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اِس کے مقابلہ میں جو لوگ روحانی آدمی بننے کے لئے نکلتے ہیں، جو لوگ خدا رسیدہ آدمی بننے کے لئے نکلتے ہیں، جو لوگ مذہبی آدمی بننے کے لئے نکلتے ہیں اُن میں سے بہت سے آدمی دوسرے کاموں میں لگ جاتے ہیں اور اصل مقصد کو بھول جاتے ہیں۔ کئی لوگ تمہیں ایسے ملیں گے جو سچائی کو قبول کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اِس کو قبول کرنے کے بعد ہم تو بھوکے مرنے لگ گئے ہیں۔ کئی لوگ کہیں گے کہ سچائی کو قبول کرنے کے بعد ہم تو اپنی قوم میں بدنام ہو گئے ہیں۔ کئی لوگ کہیں گے کہ اِتنی دیر سے ہم فلاں جماعت میں داخل ہیں لیکن کسی نے ہمارے لئے کوئی اچھی ملازمت تو تلاش کی نہیں۔ کئی لوگ کہیں گے کہ ہم نے دیر سے سچائی کو قبول کیا ہوا ہے لیکن ہمارے بچوں کی تعلیم کے لئے کوئی وظیفہ نہیں ملا۔ ہمیں یہ عجیب بات معلوم نہیں ہوتی۔ وہ عجیب معلوم ہوتی ہے کہ کوئی کہے میں سپاہی بھرتی ہوا تھا لیکن مجھے تو اب تک شاخ تراشی نہیں آئی۔ میں سپاہی بھرتی ہوا تھا لیکن اِس وقت تک درزی کا کام تو میں نے نہیں سیکھا۔ وہ اگر ایسا کہتا ہے تو تم اُسے پاگل کہتے ہو۔ لیکن تم میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں جماعت میں داخل ہوئے تھے لیکن ہمیں کوئی اچھی ملازمت نہیں ملی۔ ہمیں بچوں کی

تعلیم کے لئے کوئی وظیفہ نہیں ملا۔ اور نہ تم اپنے آپ کو پاگل کہتے ہو اور نہ سننے والا تمہیں پاگل کہتا ہے۔ ایک سپاہی کا یہ کہنا کہ میں فوج میں بھرتی ہوا تھا لیکن ابھی تک مجھے تکڑی بھی ہاتھ میں پکڑنی نہیں آئی یا میں فوج میں بھرتی ہؤا تھا لیکن اب تک مجھے کلہاڑا چلانا بھی نہیں آیا اُسے پاگل قرار دینے کے لئے کافی ہے۔ لیکن جب تم کہتے ہو کہ ہم خدارسیدہ آدمی بننے کے لئے گھروں سے نکلے تھے لیکن اب تک ہمارا وظیفہ نہیں لگا۔ ہم خدارسیدہ آدمی بننے کے لئے گھروں سے نکلے تھے لیکن ہماری نیک نامی کا قوم میں سامان پیدا نہیں ہوا۔ ہم خدارسیدہ آدمی بننے کے لئے گھروں سے نکلے تھے اور اب تک ہمیں دولت مند بنانے کے کوئی سامان پیدا نہیں ہوئے تو تم اپنے آپ کو پاگل قرار نہیں دیتے۔ حالانکہ جب کوئی شخص اپنے مقصد کے خلاف بات کہتا ہے تو لوگ اُسے پاگل کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص اپنے رستہ کے خلاف کوئی امید ظاہر کرتا ہے تو لوگ اُسے پاگل کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کسی بادشاہ کے پاس کوئی مدعیٔ نبوت آیا۔ تھا تو وہ جھوٹا لیکن زیرک آدمی تھا۔ وہ ایسا فاتر العقل نہیں تھا کہ موٹی موٹی حماقتوں کو بھی نہ سمجھ سکے۔ بادشاہ نے ایک تالا جو اُس وقت کے مشہور آہنگروں سے بھی نہیں کُھلتا تھا منگوایا اور اُس کے سامنے رکھ کر کہا اگر تم نبی ہو تو یہ تالا کھول کر دکھا دو۔ اُس مدعیٔ نبوت نے جواب دیا کہ اے بادشاہ! مجھے تمہارے بادشاہ ہوتے ہوئے یہ امید نہیں تھی کہ تم ایسی حماقت کی بات کرو گے۔ تمہارے ذمہ ملک کا انتظام ہے اور اِس کے لئے عقل کی ضرورت ہے۔ میں نے تمہارے سامنے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں نبی ہوں اور تم ثبوت مانگتے ہو کہ میں بڑا لوہار ہوں۔ میں لوہار ہونے کا مدعی نہیں نبوت کا مدعی ہوں۔ بے شک اگر اُس سے نبوت کی باتیں بھی پوچھی جاتیں تو وہ نہ بتا سکتا لیکن اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اُس نے بادشاہ کی حماقت کو ثابت کر دیا۔ لیکن اِس مثال کو اُلٹ دو اور یوں سمجھ لو کہ وہ شخص جاتا اور بادشاہ کے سامنے جا کر یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اور ثبوت یہ ہے کہ میں کپڑا بڑا اچھا بُن سکتا ہوں۔ میں نبی ہوں اور اِس کا ثبوت یہ ہے کہ میں ہل بڑا اچھا چلا سکتا ہوں۔ میں نبی ہوں اور اِس کا ثبوت یہ ہے کہ میں ہتھوڑے کا استعمال بڑا اچھا جانتا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ کیا کوئی معقول آدمی اسے مان سکتا تھا؟

تم بھی احمدیت میں داخل ہونے سے یہ اقرار کرتے ہو کہ ہم خدارسیدہ بننے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن خدارسیدہ بننے کے لئے جو باتیں ہیں تم اُنہیں چھوڑ کر دوسری باتیں کرتے ہو۔ خدارسیدہ بننے کے

لئے تو خشیۃ اللہ کی ضرورت ہے۔ خدا رسیدہ بننے کے لئے تو نمازوں کی پابندی کی ضرورت ہے۔ خدا رسیدہ بننے کے لئے تو زکوٰۃ، روزہ اور حج کی ضرورت ہے۔ خدا رسیدہ بننے کے لئے تو ذکرِ الٰہی کی ضرورت ہے۔ خدا رسیدہ بننے کے لئے تو بنی نوع انسان کی ہمدردی اور ان کے فائدہ کے لئے اپنی زندگی صَرف کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا رسیدہ بننے کے لئے دنیا سے منہ موڑ لینے کی ضرورت ہے۔ لیکن تم وہ کام نہیں کرتے۔ اسلام نے بے شک یہ کہا ہے کہ تم دنیا کے کام بھی کرو لیکن یہ نہیں کہا کہ تم دنیا کے کام ہی کرو۔ ''ہی'' اور ''بھی'' میں بڑا بھاری فرق ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسانی جسم کو ایسا بنایا ہے کہ دن میں تم کسی وقت سوتے بھی ہو لیکن ''سوتے بھی ہو'' کو یوں بدل دو کہ تم 24 گھنٹے ''سوتے ہی ہو'' تو کوئی نہیں کہے گا کہ تم نے فطرت کا تقاضا پورا کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسانی جسم کو اِس طرح کا بنایا ہے کہ تم قضائے حاجت بھی کرتے ہو۔ لیکن اگر تم قضائے حاجت ہی کرو تو یہ فطرت کا تقاضا نہیں ہوگا۔ اگر کوئی شخص پاخانہ ہی پھرتا رہے تو وہ ہیضہ کا مریض ہے اور جلد مر جائے گا۔ پس خدا تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ تم دنیا کے کام بھی کرو۔ اور تم یہ چاہتے ہو کہ دنیا کے کام ہی کرو۔ اور پھر تم یہ اقرار بھی کرتے ہو کہ ہم روحانیت کو حاصل کرنے کے لئے احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ اور یہ مقصد اُس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک تم میں وہ امتیازی نشان پیدا نہ ہو جو دیکھنے والوں کو بتا دے کہ اِس کا رستہ اَور ہے اور دوسروں کا رستہ اَور ہے۔ اگر تم کسی مشرق کے گاؤں میں جانا چاہتے ہو اور دوسرا شخص کسی مغرب کے گاؤں میں جانا چاہتا ہے تو کیا کسی کو یہ بتانے کی ضرورت پیش آئے گی کہ یہ مشرق کو جانا چاہتا ہے اور وہ مغرب کو جانا چاہتا ہے؟ یہ صاف نظر آئے گا کہ فلاں مشرق کی طرف جا رہا ہے اور فلاں مغرب کی طرف جا رہا ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ تم خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہو اور باقی لوگ دنیا کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو کیا تم میں اور دوسروں میں اتنا فرق بھی نظر نہیں آئے گا جتنا مشرق کی طرف جانے والے اور مغرب کی طرف جانے والے میں نظر آئے گا؟ لازمی بات ہے کہ خدا تعالیٰ اگر مشرق کی طرف ہے تو دنیا مغرب کی طرف ہے۔ اِن دونوں میں اتنا بیّن فرق ہے کہ کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ کی پیٹھ دنیا کی طرف ہے اور دنیا کی پیٹھ خدا تعالیٰ کی طرف ہے۔ اِسی طرح جو شخص خدا رسیدہ بننا چاہتا ہے اُس کا منہ اَور طرف ہوتا ہے اور جو دنیا دار بننا چاہتا ہے اُس کا منہ اَور طرف ہوتا ہے ان کی ایک دوسرے کی طرف پیٹھ ہوتی ہے۔ اگر وہ دونوں ایک ہی قسم کے کام

کرتے نظر آئیں گے تو ہم کہیں گے کہ اُن کے دعاوی جھوٹے ہیں۔ یہ آپ بھی دھوکا کھا رہے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکا دے رہے ہیں۔

پس اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جب کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے گا تو وہ اپنے مقصد کو ایک ہی دن میں پالے گا۔ تم اگر مشرق کے کسی گاؤں کو جانے کے لئے مشرق کی طرف منہ کر لیتے ہو تو تم اُسی وقت اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ نہیں جاتے۔ اِسی طرح اگر تم مغرب کے کسی گاؤں کو جانے کے لئے مغرب کی طرف منہ کر لیتے ہو تو تم اُسی وقت اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ نہیں جاتے۔ لیکن تم اگر مشرق کے کسی گاؤں کو جانا چاہتے ہو یا مغرب کے کسی گاؤں کو جانا چاہتے ہو تو تمہارا منہ تو اُدھر ہونا چاہیے۔ پس میں یہ نہیں کہتا کہ تم میری بات سنو گے تو خدا رسیدہ بن جاؤ گے۔ اِس کے لئے وقت کی ضرورت ہے۔ لیکن اُس طرف منہ کرنے میں تو وقت نہیں لگتا۔ اگر ایک شخص نے لاہور جانا ہے اور دوسرے شخص نے جہلم جانا ہے تو نہ لاہور جانے والا فوراً لاہور پہنچ جائے گا اور نہ جہلم جانے والا فوراً جہلم پہنچ جائے گا۔ لیکن ارادہ کرتے وقت لاہور جانے والے کا منہ لاہور کی طرف ہو جائے گا اور جہلم جانے والے کا منہ جہلم کی طرف ہو جائے گا۔ اور ہم سمجھ لیں گے کہ جتنے بھی قدم اُٹھیں گے اُتنا لاہور جانے والا لاہور کے قریب ہوتا جائے گا اور جہلم جانے والا جہلم کے قریب ہوتا جائے گا۔ لیکن اگر اُن کے قدم ایک ہی طرف اُٹھیں گے تو یہ پاگلوں والا کام ہوگا۔

پس جہاں میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم فوراً اپنے مقصد کو نہیں پا سکتے وہاں میں یہ بھی کہتا ہوں کہ تم فوراً اپنی جہت تبدیل کر سکتے ہو۔ اور اِس پر ایک منٹ نہیں بلکہ ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا۔ اور جب جہت تبدیل کی جاتی ہے تو ہر قدم جو اُٹھایا جاتا ہے وہ منزلِ مقصود کو قریب سے قریب تر کرتا چلا جاتا ہے۔"

(الفضل 25 مارچ 1950ء)